میاں عبدالعزیز مالواڈہ کے بارے میں

نومبر دسمبر ۱۹۹۲ء کے "المعارف" میں راقم الحروف کا ایک طویل مضمون "میاں عبدالعزیز مالواڈہ" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ جن حضرات کی نظر سے وہ مضمون گزرا، ان میں سے بعض نے زبانی اور بعض نے بذریعہ خطوط اس پر پسندیدگی کا اظہار کیا اور اس فقیر کی حوصلہ افزائی کی۔ ظاہر ہے لکھنے والا اس سے خوش ہوتا ہے اور یہ سمجھنے میں اپنے آپ کو حق بجانب قرار دیتا ہے کہ اس کی محنت رائیگاں نہیں گئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی متعدد اہلِ علم نے یہ استفسار کیا ہے کہ "مالواڈہ" کا کیا مطلب ہے؟ اس سلسلے میں کچھ عرصہ پیشتر ملک کے مشہور صاحبِ قلم جناب مشفق خواجہ صاحب نے ایک خط میں تحریر فرمایا تھا کہ میاں عبدالعزیز بار ایٹ لا کو "مالواڈہ" کیوں کہا جاتا تھا؟ اب پروفیسر شیر محمد گریوال نے اپنے ایک مکتوب میں (جو فروری مارچ ۱۹۹۳ء کے "المعارف" میں شائع ہوا ہے) یہی سوال کیا ہے۔

بات یہ ہے کہ کم و بیش سو سال سے میاں عبدالعزیز کے خاندان کے افراد کے ساتھ "مالواڈہ" کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اس خاندان میں اس سلسلے میں جو روایت مشہور ہے، وہ یہ ہے کہ میاں عبدالعزیز کے پردادا کا نام میاں خدا بخش تھا۔ وہ اپنے کنوئیں پر بیٹھے تھے، بیل کنوئیں میں جتے ہوئے تھے اور زمین کو پانی دیا جا رہا تھا، اتنے میں چند بچے وہاں آ گئے جو ازراہ شرارت "چو بچے" سے پانی اِدھر اُدھر پھینکنے لگے۔

میاں خدا بخش نے ان کو روکنے کی کوشش کی، لیکن وہ اس شرارت سے باز نہیں آئے۔ میاں خدا بخش نے تنگ آ کر وہ رسّی کاٹ دی جس سے لوہے یا مٹی کے چھوٹے چھوٹے مٹکے

بندھے ہوئے تھے۔ پنجابی میں اس مٹکے یا برتن کو "ٹنڈ" کہا جاتا ہے اور جس رسّی میں وہ خاص طریقے سے بندھے ہوتے ہیں، وہ "مال" کہلاتی ہے، اور کاٹنے کو پنجابی میں "وڈھنا" کہا جاتا ہے۔ اس طرح یہ سارا لفظ "مال واڈھا" یا "مالواڈہ" ہوا۔ اس کے معنے ہیں کنوئیں کی رسی کاٹنے والا۔

بعدازاں "مالواڈہ" کا لفظ اس خاندان کے افراد کی شناخت کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ جیساکہ محوّلہ بالا مضمون میں عرض کیا گیا تھا۔

اس خاندان کا تعلق لاہور کی ارائیں برادری سے ہے، شرافت اور میل جول کے اعتبار سے اس خاندان کے لوگ بہت اچھی شہرت کے مالک ہیں۔ ان میں میاں عبدالعزیز مالواڈہ کو اللہ تعالیٰ نے بالخصوص بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا، جس کی ضروری تفصیل اس مضمون میں قارئینِ "المعارف" کے ملاحظۂ گرامی میں آچکی ہے۔

(محمد اسحاق بھٹی)